OPEN ACCESS
SUJRIS
﴾ Swat University Journal of Religious & Islamic Studies ﴿
ISSN: 2959-5509
www.sujris.uswat.edu.pk

SUJRIS
Vol.:3, Issue: 2, Jul - Dec 2025 PP: 01-13

اسلامی قانون میں کفالت کی تعریف، انواع اور دائرہ کار

Definition, Types and Scope of Kafālah in Islamic Law

Hafiz Muhammad Tallah
PhD Scholar, Department of Seerah Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: muhammadtallah@gmail.com

Professor Dr. Shah Moeen-ud-Din Hashmi
Chairman, Department of Seerah Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad
Email: moeen.uddin@aiou.edu

Abstract

This article presents a comprehensive exploration of the concept of Kafālah within the Islamic framework, highlighting its meaning, essential components, and socio-economic dimensions. A study of economic Kafālah, which represents a key pillar of Islamic social justice and solidarity. This includes the basic necessities of humans such as food, clothing, housing, employment opportunities, education, healthcare, and access to justice. The study shows how the Islamic model of Kafālah aims to eliminate deprivation, reduce social inequality, and ensure a dignified standard of living for all members of society.

Keywords: *Kafālah. Guardianship. Social solidarity. Responsibility.*

CC BY

کفالت کا مفہوم

لغت میں کفالت کے متعدد معانی بیان ہوئے ہیں۔ان میں بوجھ اٹھانا، ضامنی، بار، ضمانت، ذمہ داری اور ملانا وغیرہ شامل ہیں [1]۔قرآن مجید میں یہ لفظ " کَفَّلَهَا زَكَرِيَّا [2]" میں "ملانا" کے مفہوم میں بیان ہوا ہے۔اسی طرح حدیث نبوی میں یہ کلمہ "دیکھ بھال کرنا" کے مفہوم میں مذکور ہے [3]۔وہبہ زحیلی کے مطابق لغت میں لازم ہونے اور چمٹنے کو کفالت کے مفہوم میں لیا جاتا ہے۔اسی لیے ضامن کے مفہوم میں بھی لفظ کفیل استعمال ہوا ہے۔تکفّل اور کفّلَ کا ایک ہی معنیٰ سمجھا جاتا ہے [4]۔

الہدایۃ کے مصنف نے اصطلاحی اعتبار سے کفالت کی دو تعریفات بیان کی ہیں:

" هِيَ ضَمُّ الذِّمَّةِ إِلَى الذِّمَةِ فِي الْمُطَالَبَةِ "

مطالبہ میں ایک ذمہ داری کو دوسری ذمہ داری میں ملا دینا۔

"وقیل فی الدین"

قرض میں ایک شے کی ذمہ داری کو دوسرے کی ذمہ داری کے سامنے ملا دینا

ان دونوں تعریفات کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ:

"والاول اصح[5]"

پہلی تعریف زیادہ صحیح ہے۔

علامہ عینی نے اس ترجیح کے دو اسباب بیان کیے ہیں۔ان کا خیال ہے کہ زیادہ لوگوں نے پہلے قول کو "اصح" قرار دیا ہے کیونکہ مال کی طرح نفس کی بھی کفالت کا تصور اس میں موجود ہے جب کہ قرض میں ایسا نہیں ہوتا ہے۔دوسرا سبب یہ ہے کہ اگر کسی کفیل کے ذمہ میں قرض ثابت ہو جائے اور اصل قرض دار بھی اس ذمہ داری سے بری نہ ہو تو پھر قرض دو ہو جائیں گی (جب کہ حقیقت میں قرض ایک ہی ہوتا ہے) [6]۔

یعنی قرض کی صورت میں کفالت ایک پورے معاملے کی نشان دہی کرتی ہے جس کے مطابق اگر کوئی قرض دینے والا کوئی قیمتی چیز قرض کے طور پر مقروض کو دے اور اس کے دل میں یہ خدشہ ہو کہ مقروض یہ چیز واپس لوٹانے سے قاصر ہو گا تو اس صورت میں وہ اپنی چیز کی واپسی کی یقین دہانی کے لیے بیچ میں کسی تیسرے شخص کی ضمانت لیتا ہے تاکہ اگر حقیقی مقروض وہ چیز واپس نہ کر سکے تو ضمانت دینے والا یعنی کفیل، اس کو واپس لوٹانے کا ذمہ دار ہو سکے۔

نفقات

کفالت کے لیے ایک اور کلمہ "نفقہ" بھی مستعمل ہے۔اسی لیے فقہاء کے ہاں کفالت کے ابواب پر عنوان "باب النفقات" باندھا جاتا ہے۔نفقہ کا مفہوم اپنی بیوی اور اپنے بچوں پر خرچ کرنا ہے۔ابن النجیم لکھتے ہیں کہ:

"هِيَ فِي اللُّغَةِ مَا يُنْفِقُ الإِنْسَانُ عَلَى عِيَالِهِ وَنَحْوِ ذَلِكَ [7]"

لغت میں یہ وہ مال ہے جو انسان اپنی بیوی اور بچوں وغیرہ پر خرچ کرتا ہے۔

کھانے کی چیزیں، پینے کی چیزیں، لباس، بستر اور رہائش کے انتظامات وغیرہ پر آنے والے اخراجات ان نفقات میں شامل ہیں۔

ابن نجیم لکھتے ہیں کہ:

"النَّفَقَةُ هِيَ الطَّعَامُ وَالْكِسْوَةُ وَالسُّكْنَى[8]"

نفقہ سے مراد خوراک، لباس اور رہائش ہے۔

کفالت کی اہم اقسام

کفالت کی دو اساسی اقسام ہیں:

نفس کی کفالت

مال کی کفالت

نفس کی کفالت کا مفہوم

جب یہ کہا جائے کہ ایک شخص (الف) کسی مقدمہ میں مطلوب ہے، کوئی دوسرا شخص (ب) اس کے بارے میں قاضی سے کہے کہ آپ اس کو چھوڑ دیں، مقرر وقت پر میں اس کو عدالت میں پیش کرنے کا ذمہ دار ہوں، اس وقت دوسرا شخص پہلے شخص کی کفالت کا ذمہ لے رہا ہے۔ لیکن یہاں ابھی مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہوا اور نہ ہی سزا سنائی گئی ہے لہٰذا (ب) کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہوگا کہ اگر (الف) کو سزا ہوئی تو اس کی جگہ میں سزا بھگتوں گا۔

اسلام میں نفس کی کفالت کو فقہاء نے جائز قرار دے رکھا ہے۔ اس ضمن میں ہدایہ کے مصنف نے مندرجہ ذیل حدیث سے استشہاد کیا ہے:

" العَارِيَّةُ مَقُودَةٌ، وَالمِنْحَةُ مَرْدُودَةٌ، وَالدَّيْنُ مُقْتَضًى، وَالزَّعِيمُ غَارِمٌ "

ادھار لی گئی چیز کو واپس لوٹایا جائے گا۔ ضمانت دینے والا تاوان کا مکلّف ہوگا۔ قرض کو واپس ادا کیا جائے گا اور ضامن کفیل ہوگا[9]۔

نفس کی کفالت کے ضمن میں مندرجہ ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا جاتا ہے:

" أُخِذَ مِنَ الْمُتَّهَمِ كَفِيلٌ لِلتَّقْرِيرِ وَالِاحْتِيَاطِ "

ملزم سے اقرار اور احتیاط کے لیے ایک ضامن لیا گیا[10]۔

مال کی کفالت کا مفہوم

اگر کوئی شخص (الف) قرض کا طلب گار ہو اور قرض دینے والا (ب) اس خدشے میں مبتلا ہو کہ (الف) قرض کی رقم واپس نہیں کر سکے گا یا واپس کرنے میں تنگ کرے گا۔ اس صورت میں (ب) کسی تیسرے شخص (ج) کو بطور ضامن بیچ میں لاتا ہے اور یہ تیسرا شخص (ج) یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر (الف) قرض کی رقم یا چیز (ب) کو مقرر وقت پر ادا نہ کرے گا تو میں وہ رقم یا چیز (ب) کو ادا کرنے کا ذمہ دار ہوں گا۔ اس صورت میں وہ (ب) کی رقم یا چیز کا کفیل بن جاتا ہے اور اس عمل کو مال کی کفالت کہا جاتا ہے[11]۔

ایک اور پہلو سے کفالت کی دو اقسام موجود ہیں:

کفالت عامہ

کفالت خاصہ

کفالت عامہ

اسلامی ریاست میں موجود تمام باشندوں کو ان کی بنیادی ضروریات کا سامان فراہم کرنا کفالت عامہ کہلاتا ہے۔ان ضروریات میں انصاف، علاج، تعلیم، رہائش، لباس اور خوراک شامل ہیں[12]

اس کے شواہد اور نظایر قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ شریعت اسلامیہ کی جانب سے حکمران طبقات کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ کفالت عامہ سے متعلق اپنی ذمہ داریوں کو ہر صورت میں ادا کریں بصورت دیگر ان کے لیے سخت ترین سزاؤں کی وعید بنان ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ :

مَنْ وَلَّاهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمْ، احْتَجَبَ اللَّهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ

جس کو اللہ تعالیٰ نے ے مسلمانوں کے امور میں سے کسی کام کے لیے ذمہ دار بنا دیا اور پھر اس ذمہ داری کو ادا کرتے ہوئے لوگوں کی ضروریات اور ان کی تنگ دستی کے درمیان ایک رکاوٹ کی ورت اختیار کر لے، اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کی محتاجی اور ضروریات کے درمیان حائل ہو جائے گا[13]۔

دوسری طرف ان ذمہ داریوں کی تعمیل سے انحراف کرنے والے کے بارے میں یہ وعید بیان ہوئی ہے کہ :

ما من عبد استرعاه الله رعية فلم يحطها بنصيحة إلا لم يجد رائحة الجنة[14]"

جس شخص کو اللہ تعالیٰ رعایا کی حکمرانی عطا فرمائے اور وہ اپنی رعایای کے ساتھ مکمل خیر خواہی نہ کرے تو ایسا شخص جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکے گا۔

اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یوں تو کفالت عامہ سے متعلق ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تمام ذمہ دار ہی مصروفِ عمل رہے ہیں لیکن اس ضمن میں دو شخصیات کا کردار سب سے زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عمر بن عبد العزیزؒ شامل ہیں۔ کفالت عامہ کی ذمہ داری میں صرف مسلمان رعایا ہی شامل نہیں ہے بلکہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندے بھی حکمرانوں کی اس ذمہ داری میں شامل ہیں۔

کفالت عامہ کو بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے اس کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے :

انفرادی کفالت

اجتماعی کفالت

انفرادی کفالت

انفرادی کفالت کو کفالت خاصہ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سماج کا ہر فرد معاشرتی فلاح و بہبود میں اپنا مؤثر کردار ادا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ یعنی اس معنی میں ہر فرد ایک دوسرے کا کفیل ہے۔ مثلا بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری ان کے والدین پر ہے۔ بوڑھے والدین کی کفالت ان کی اولاد کے ذمہ ہے۔ بیوی کی ذمہ داریاں شوہر پر ہیں اور یتیم بچوں کی کفالت کی ذمہ داریاں ان کے قریبی رشت داروں کے سر ہیں۔ان کے رشتے دار نہ ہوں تو ان کی ذمہ داری معاشرے کے دیگر افراد پر ہے۔ یہ انفرادی کفالت کی صورتیں ہیں۔

اجتماعی کفالت

اجتماعی کفالت کو بعض اوقات تکافل اجتماعی سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔جس معاشرے میں معاشی بحران پیدا ہو جائے اور انسانوں کا جینا مشکل ہو جائے تو اس صورت میں حکومتی خزانہ یعنی بیت المال اپنا کردار ادا کرتے ہوئے معاشرے کے لوگوں کی کفالت کرتا ہے۔اس وقت لوگوں سے زکوۃ، صدقات اور دیگر محاصل کے ذریعے اموال جمع کر کے مستحقین تک پہنچائے جاتے ہیں تاکہ وہ اپنی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ایسی صورت حال قدرتی آفات کے سبب یا کسی بڑے حادثے کے سبب پیدا ہوتی ہے۔اس کا شکار بعض اوقات پورا معاشرہ ہوتا ہے اور بعض اوقات مخصوص افراد اس کا شکار ہوتے ہیں[15]۔

معاشی کفالت کا دائرہ کار

معاشی کفالت میں کون کون سی چیزیں شامل ہیں؟اس کا جواب متعدد مسلمان علماء دے چکے ہیں۔وہ یہ بھی واضح کر چکے ہیں کہ اس کفالت کے فریضے کی ادائیگی کن کے ذمہ ہے۔چنانچہ اسلامی ریاست کے باشندوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے وسائل کی فراہمی حکومتِ وقت پر عائد ہوتی ہے۔اس کے بعد ان کی فراہمی کا ذمہ اصحاب ثروت پر بھی ہے۔اسی لیے ابن حزم لکھتے ہیں کہ غرباء کی کفالت کے حوالے سے امراء بھی حکومت کی طرح ذمہ دار ہیں۔انھوں نے واضح کیا ہے کہ معاشرے کے مساکین کے لیے رہائش، لباس اور خوراک کی ذمہ داری مال دار لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے۔ابن حزم کے الفاظ میں:

" مِنَ الْقُوتِ الَّذِي لَا بُدَّ مِنْهُ، وَمِنَ اللِّبَاسِ لِلشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ بِمِثْلِ ذَلِكَ، وَبِمَسْكَنٍ يَكُنُّهُمْ مِنَ الْمَطَرِ وَالصَّيْفِ وَالشَّمْسِ وَعُيُونِ الْمَارَّةِ "

ان غربا کے لیے زندگی کی بقا کے لیے جو چیز ضروری ہیں ان میں خوراک، موسم سرما اور گرما کا لباس اور ایک ایسی رہائش ہے جو ان کو برسات، گرمی، تپش اور راہ چلنے والوں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکے[16]۔

عصر حاضر میں ان ضروریات کو مندرجہ ذیل اقسام میں پیش کیا جاسکتا ہے:

کھانا

لباس

گھر

ذریعہ روزگار

تعلیم

علاج

انصاف[17]

ذیل میں ان حقوق کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وضاحت کی جاتی ہے۔

خوراک کا حق

انسانی زندگی کی بقا اس کی خوراک پر ہے۔اس لیے ہر انسان کا بنیادی حق ہے کہ اس کو ایسی خوراک مسلسل ملتی رہے جو اس کی بھوک کو مٹا سکے، اس کی غذائی ضروریات کو پورا کرے، جو کسی بھی نقص سے پاک ہو۔لیکن ریاست کی یہ ذمہ داری ہر گز

نہیں ہے کہ وہ اپنے باشندوں کو اشیائے خور ونوش مفت مہیا کرے۔البتہ تین طبقات کی خوراک کا انتظام ریاست کہ ذمہ داری میں شامل ہے:

وہ لوگ جو ریاست کی قید میں ہیں۔

وہ لوگ جو کسی قدرتی آفت کا شکار ہیں۔

وہ لوگ جو ریاست کے لیے جنگ لڑنے میں مصروف ہیں۔

قرآن مجید میں شہریوں کے لیے خوراک کے وسائل کے ضمن میں متعدد مقامات پر تعلیمات مذکور ہیں۔اس ضمن میں جہاں کھانے پینے کی تاکید اور تلقین کی ےئی ہے وہاں اسراف اور فضول خرچی سے بھی منع کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ[18]

کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ گزرو، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

حضرت جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک مرتبہ مضر قبیلے کے لوگوں کا ایک ایسا گروہ حاضر ہوا جس میں بعض لوگوں کے جسم پر لباس مکمل نہیں تھا، کچھ لوگوں کے پاس جوتے نہیں تھے، بعض لوگوں نے انتہائی موٹی چادریں اوڑھ رکھی تھیں اور کچھ ان سب لوگوں نے تلواریں لٹکا رکھی تھیں۔ان لوگوں کی خستہ حالی اور غربت کو دیکھ کر نبی اکرم ﷺ کا چہرہ پریشانی کے باعث غیر ہو گیا تھا۔آپ ﷺ پریشانی کے باعث گھر کے اندر اور باہر آتے جاتے رہے اور پھر آپ ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ اذان کہی جائے۔نماز کے بعد آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں لوگوں کو تاکید کی کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔آپ ﷺ نے سورۃ النساء کی مندرجہ ذیل آیت تلاوت فرمائی

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا[19]

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس سے اس کی بیوی پیدا کی اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے بھی، بے شک اللہ ہمیشہ تم پر پورا نگہبان ہے۔

آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل آیت بھی تلاوت فرمائی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ[20]

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اس نے کل کے لیے کیا آگے بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے جو تم کر رہے ہو۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اگر کسی شخص کے پاس صرف ایک دینار، ایک درہم، ایک صاع گندم یا صرف ایک صاع کھجوریں ہوں تو اس کو چاہیے کہ وہ پھر بھی صدقہ کرتا رہے۔اگر کسی شخص کے پاس ایک ہی کھجور ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے دو ٹکڑے کر کے آدھا ٹکڑا اپنے بھائی کو دے دے۔لوگوں نے آپ ﷺ کا خطبہ سنا تو دوڑے دوڑے گھروں کو گئے اور جس کو جو ملا وہ لے آیا اور تھوڑی دیر بعد خوراک اور لباس کی وافر مقدار جمع ہو گئی تھی۔آپ ﷺ نے یہ دیکھا تو اس قدر خوش ہوئے کہ (راوی کہتا ہے کہ) آپ ﷺ کا چہری سونے کی طرح سنہری ہو کر چمکنے لگا[21]۔

ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور کچھ صحابہ کرام بھوک کے ہاتھوں مجبور نبی اکرم ﷺ کے دروازے پر گئے اور بتایا کہ ہم سخت بھوکے ہیں۔ آپ ﷺ نے کھجوروں کا ایک برتن منگوا کر ان میں تقسیم کر دیا۔ وہ کھانے لگے۔ حضرت ابو ہریرہ نے ایک کھجور بچا کر رکھ لی تو نبی ﷺ نے اس کی وجہ پوچھی۔ انھوں نے کہا کہ یہ میں نے اپنی والدہ کے لیے بچا کر رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کھاؤ۔ تمہاری والدہ کے لیے ہم مزید کھجوریں ارسال کر دیں گے۔ چنانچہ بعد میں ان کی والدہ کے لیے دو کھجوریں اضافی دی گئیں[22]۔

حضرت ابو ہریرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ کچھ مفلس لوگ ہر وقت نبی ﷺ کے پاس رہتے تھے۔ ان کے علاوہ بھی لوگوں کا آپ ﷺ کے ہاں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ آپ ﷺ جب کھانا کھاتے تو یہ مفلس لوگ بھی آپؐ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے[23]۔

لباس کا حق

لباس بھی انسان کی بنیادی ضروریات میں سے ایک ہے۔ مہذب قوموں میں ستر پوشی کو انتہائی اہمیت دی جاتی ہے اور اس کو تہذیبی شعور کی علامت شمار کیا جاتا ہے۔ تہذیب یافتہ معاشروں میں ستر کھول کر اور لباس کو اتار کر سامنے آنا پسند نہیں کیا جاتا ہے اور دنیا کے تمام معاشروں میں شاید ہی کوئی ایسا معاشرہ ہو جو اس کی اجازت دیتا ہو۔ بعض جنگلی یا وحشی اقوام کے بارے میں یہ خبریں موجود ہیں کہ وہ اپنے بود و باش اور اپنی معاشرت میں اس قدر سے عاری ہیں۔ لیکن ایسی اقوام لباس کے علاوہ دیگر تہذیبی عوامل سے بھی عاری ہی ہوتی ہیں۔ جب اہل شعور اور اہل خرد کی بات ہو تو وہاں مردوں اور عورتوں، دونوں کے لیے ستر پوشی کا انتہائی اہم قرار دیا جاتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے بھی اس کو انتہائی اہمیت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْآتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ ذَلِكَ مِنْ آيَاتِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ[24]

اے آدم کی اولاد! بے شک ہم نے تم پر لباس اتارا ہے، جو تمھاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت بھی اور تقویٰ کا لباس! وہ سب سے بہتر ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھے قمیص عنایت فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جنت کے ملبوسات میں سے ایک قمیص عنایت فرمائے گا۔ آپ ﷺ کے پاس اس وقت صرف ایک قمیص تھی، آپ ﷺ نے وہی قمیص اتار کر اس انصاری صحابی کو پہنا دی[25]۔

ایک مرتبہ ایک صحابیہ نے آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے ہاتھ سے بنی ہائی ایک چادر ارسال کی۔ آپ ﷺ نے اس کو زیب تن فرمایا اور باہر تشریف لائے۔ وہاں ایک صحابی موجود تھے جنھوں نے آپ ﷺ سے وہ چادر عنائت کرنے کی گزارش کی تو آپ ﷺ نے وہ چادر اتار کر ان کو دے دی۔ وہاں موجود لوگوں نے یہ دیکھا تو اس صحابی سے ناراض ہو کر کہا کہ تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ ﷺ کو اس چادر کی تم سے زیادہ ضرورت تھی لیکن چونکہ آپ ﷺ لحاظ اور مروت کی وجہ سے کسی کا سوال رد نہیں کرتے اس لیے انھوں نے وہ چادر تمھیں عطا فرما دی ہے۔ یہ سن کر اس صحابی نے جواب دیا کہ میں یہ آپ ﷺ سے یہ چادر اپنے لباس کے لیے نہیں مانگی بلکہ میری خواہش ہے کہ میں اسی چادر کو اپنا کفن بنا لوں گا[26]۔

رہائش کا حق

انسان کی بنیادی ضروریات میں مکان یعنی رہائش بھی انتہائی اہم ہے۔اسلام کی رو سے ہر ایک انسان کے پاس رہائش کا حق ہے اور اس کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ اپنے رہنے کے لیے مکان تعمیر کر سکے۔اس پہلو کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی نعمت کے طور پر بیان فرمایا ہے:

وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَافِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَى حِينٍ[27]

تمھارے گھروں سے رہنے کی جگہ بنا دی اور تمھارے لیے چوپائوں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے جنھیں تم اپنے کوچ کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پھلکا پاتے ہو اور ان کی اونوں سے اور ان کی پشموں سے اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور ایک وقت تک فائدہ اٹھانے کی چیزیں بنائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا احساس دلایا ہے جن کو انسان استعمال کرتا ہے۔وہ اپنی رہائش کے لیے لکڑی، لوہے، سیمنٹ، پتھروں اور اینٹوں سے تعمیر کا سامان تیات کرتا ہے اور یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی تیار کردہ ہیں۔انسان صرف آبادیوں میں مکان ہی تعمیر نہیں کرتا بلکہ بے آباد علاقوں میں عارضی رہائش کے لیے وہ خیمے وغیرہ بھی بناتا ہے۔اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ عارضی یا مستقل، رہائش ہر حال میں انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔اسی لیے اگر کسی انسان یا گروہ کو گھر یا گھروں سے نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو برا عمل قرار دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

المؤمن:22

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

" لَيْسَ لِابْنِ آدَمَ حَقٌّ فِي سِوَى هَذِهِ الْخِصَالِ: بَيْتٌ يَسْكُنُهُ، وَثَوْبٌ يُوَارِي عَوْرَتَهُ، وَجِلْفُ الْخُبْزِ وَالْمَاءُ "28

ابن آدم کے لیے سب سے ضروری امور میں سے رہائش کے لیے گھر، ستر پوشی کے لیے لباس، ضرورت کے مطابق خوراک اور پانی سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے۔

اسی لیے انسان کے گھر کو اس کی ضرورت ہی نہیں بلکہ اس کی پرائیویسی کی جگہ بھی قرار دیا گیا ہے اور کسی بھی گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر اس میں داخل ہونے کی ممانعت ہے۔اس پر مستزاد یہ کہ اسلام میں کسی بھی شخص کے گھر میں جھانکنے کی اجازت نہیں اور معاشرے کے ہر فرد کو تجسّس وغیرہ سے بھی منع کیا گیا ہے۔

مالی کفالت اور ذریعہ معاش کا حق

اسلامی فلاحی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے باشدوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے ضمن میں ان کی کفالت کرے۔اس کے علاوہ سیرت النبی ﷺ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص یا خاندان مالی کفالت کا حق دار ہو تو ریاست ومملکت کے حکمران طبقے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کا بھی اہتمام کرے تاکہ معاشرے کے افراد کو ان کی معاشی مجبوریوں سے نجات دلا کر ان کو اپنے قدموں پر کھڑا کیا جا سکے تاکہ وہ بھی معاشی تخلیق کے کاموں میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔

اس ضمن میں دیکھا جا سکتا ہے کہ ہجرے مدینہ کے بعد کچھ عرصہ تک مسلمانوں نے معاشی مسائل کا سامنا کیا تھا۔کچھ

مدت گزرنے کے بعد مسلمانوں کی محبت اور نئی فتوحات کے نتیجے میں اقتصادی حالات میں بہتری پیدا ہو گئی تو آپ ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ:

" فَمَنْ تُوُفِّيَ عَلَيْهِ دَيْنٌ فَعَلَيَّ قَضَاؤُهُ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَهُوَ لِوَرَثَتِهِ[29]"

تم میں سے جس شخص کی وفات کے بعد اس پر قرض ہو یا اس کے بچے چھوٹے ہوں تو مجھے خبر کرو۔ میں اس کے بچوں اور قرض کے معاملے میں اس کا ولی ہوں گا۔

تعلیم کا حق

تعلیم کا تعلق اخلاقی و تہذیب اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشی تحفظ کے ساتھ ہے۔ اسی لیے نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی ہی "اقراء" سے شروع ہوئی تھی۔ اس سے تعلیم اور تربیت دونوں کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ اسلام نے تعلیم کو انسان کا حق نہیں بلکہ فرض قرار دیا ہے اور اسلامی ریاست کے حکمرانوں کو تعلیم وتربیت کی فراہمی کی تاکید کی ہے۔ اس ضمن میں جن امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

ریاست کے ہر ایک باشندے کے پاس ذہنی وفطری صلاحیت اور قابلیت کے مطابق تعلیم کے حصول کا حق ہے۔

ہر فرد کے پاس یہ حق ہے کہ وہ اپنے مستقبل کے پیشے اور مشغلے کو منتخب کرے۔ اس ضمن میں ریاست ایسا ماحول پیدا کرے جس میں اس کو اپنی فطری صلاحیت کے مطابق اپنا کردار ادا کرنے کی آزادی حاصل ہو۔ حکومت کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کی دلچسپی اور صلاحیت کے مطابق کام کرنے کا موقع فراہم کرے۔

مذکورہ دونوں نکات میں جو چیز زیادہ نمایاں ہوتی ہے وہ تعلیم ہی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے روز اول سے ہی انسان کے لیے تعلیم کا اہتمام فرمایا اور آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کو سب سے پہلے تعلیم دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلَائِكَةِ فَقَالَ أَنْبِئُونِي بِأَسْمَاءِ هَؤُلَاءِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ[30]

اور آدم کو سب کے سب نام سکھلا دیے، پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا، پھر فرمایا مجھے ان کے نام بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا مقصد بھی کتاب وحکمت کی تعلیم دینا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

البقرہ: 62

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

" طَلَبُ العِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ[31]"

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

دوسری جگہ نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

" مَنْ خَرَجَ لِطَلَبِ العِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ "

جو شخص طلب علم کے لیے نکلا وہ اللہ کے راستے میں ہے[32]۔

مذکور روایات کے علاوہ بھی طلب علم کی فرضیت اور اس کی اہمیت سے متعلق تعدد روایات ہیں جن کو جمع کر کے ایک مستقل مقالہ تیار کیا جاسکتا ہے۔

علاج کا حق

اسلام کی روشنی میں معاشرے کا ہر فرد اہم ہے اور ہر فرد کے دکھ، درد، مرض یا مصیبت کے وقت حکومت اور عوام، دونوں کو اس کا شریک بنایا گیا ہے۔ مرض میں مبتلا ہونے والا فرد معاشرے کا فعال کارکن نہیں رہتا اس لیے اس کو بھرپور توجہ اور علاج کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے مریض کو ایسی رعائتیں دی گئی ہیں جو دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتی ہیں۔ احادیث میں معاشرے کے افراد کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ بیمار لوگوں کے سماجی، طبّی، نفسیاتی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کریں۔ نہ صرف یہ کہ مریض کا جسمانی علاج کیا جائے بلکہ اس کے نفسیاتی حقوق کی بھی پاس داری کی جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ:

"حق المسلم علی المسلم ست---عیادۃ المریض"

مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔۔۔ مریض کی عیادت بھی ان میں سے ایک ہے[33]۔

شریعت اسلامیہ میں مذہبی فرائض کی ادائیگی کے ضمن میں انسانی صحت کو ہر معاملے میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مریضوں کو متعدد مذہبی فرائض کی دائیگی میں رعایت دی گئی ہے اور ان کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ صحت کی بحالی تک اپنے علاج کے لیے اقدامات کر سکیں۔ چنانچہ روزے کے ضمن میں یہ رعایت قرآن مجید میں مذکور ہے کہ:

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ[34]

پھر تم میں سے جو بیمار ہو، یا کسی سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرنا ہے اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان پر فدیہ ایک مسکین کا کھانا ہے۔

انصاف کا حق

اگر کسی شخص پر ظلم ہو تو اس کا یہ فطری حق ہے کہ اس کو انصاف دلایا جائے اور اس پر ظلم کرنے والے کو سزا دی جائے۔ اس ضمن میں جرم و سزا سے متعلق قوانین بنا کر مظلوم کو عدالت اور پولیس کے ذریعے سزا دی جانی چاہیے۔ انصاف کی فراہمی کے ضمن میں مندرجہ ذیل حقوق کی فراہمی کو یقینی بنایا جانا چاہیے۔

قانونی مساوات

اسلام نے صرف سماجی و معاشرتی اور عمومی نوعیت کی مساوات فراہم نہیں کی ہیں بلکہ اس نے ریاستی اور قانونی سطح پر بھی ہر ایک باشندے کو ایک دوسرے کے برابر قرار دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی ریاست میں قوانین کے نفاذ کی صورت میں شہریوں کے درمیان امتیاز قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ جب بھی حدود و تعزیرات کے نفاذ کی ضرورت پیش آئے، امیر و غریب کی تفریق کے بغیر ان کو نافذ کیا جائے۔ سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں اس پہلو سے متعلق بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔

آپ ﷺ کے عہد میں بنو مخزوم کی عورت فاطمہ نے چوری کی تو آپ ﷺ نے اس کے لیے قطع ید کی سزا تجویز کی اور اس کے حق میں لوگوں کے دلوں میں موجود نرم گوشے کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کے بجائے اگر میری اپنی بیٹی چوری کی مرتکب ہوتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ اس کے بعد چوری کی مرتکب اس خاتون کا ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا[35]۔

انصاف کے حصول کا حق

قرآن مجید کی تعلیمات یہی ہیں کہ زندگی کے ہر معاملے کو عدل و انصاف پر استوار کیا جائے۔ اس اصول کی رو سے اسلامی

ریاست کے ہر ایک شہری کے پاس یہ حق ہے کہ اس کو انصاف مہیا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَى بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَى أَنْ تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا[36]

ے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے، اللہ کے لیے شہادت دینے والے بن جاؤ، خواہ تمھاری ذاتوں یا والدین اور زیادہ قرابت والوں کے خلاف ہو، اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ ان دونوں پر زیادہ حق رکھنے والا ہے۔ پس اس میں خواہش کی پیروی نہ کرو کہ عدل کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو، یا پہلو بچاؤ تو بے شک اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، ہمیشہ سے پوری طرح باخبر ہے۔

صفائی پیش کرنے اور آزادانہ سماعت کا حق

ہر مقدمے میں دونوں فریقوں کو اپنا بیان پیش کرنے کا پوا حق ہونا چاہیے۔ اسی صورت میں عدل وانصاف کا قیام ممکن ہے۔ یہی اصول اسلامی فقہ میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس کی اہم ترین مثال یہ ہے کہ جب ابلیس نے آدم علیہ السلام کو اللہ کے حکم کے باوجود سجدہ نہ کیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس حکم عدولی کی وجہ پوچھی گئی اور اس کو اپنا بیان پیش کرنے کی آزادی دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ[37]

فرمایا تجھے کس چیز نے روکا کہ تو سجدہ نہیں کرتا، جب میں نے تجھے حکم دیا؟ اس نے کہا میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور تو نے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

دوسروں کے جرائم سے قطع تعلّق کا حق

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ[38]

یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ جو تم نے کمایا اور تم سے اس کے بارے میں نہ پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔

نتائج البحث:

1. اسلامی نظام کفالت ایک جامع سماجی ذمہ داری ہے جو مرحوم طبقہ کے حقوق کا ضامن ہے۔
2. کفالت کا بنیادی مفہوم کسی شخص یا خاندان کی بنیادی ضروریات کی فراہمی اور اس کا تحفظ ہے۔
3. سماجی ہم آہنگی انفرادی اور اجتماعی کفالت دونوں کے امتزاج سے پیدا ہوتی ہے۔
4. معاشی کفالت کا دائرہ کار کھانا، لباس، گھر، روزگار، تعلیم، علاج اور انصاف کے حصول جیسی بنیادی ضروریات پر مشتمل ہے۔
5. کفالت کا تصور ایک فلاحی اسلامی ریاست اور مضبوط معاشرتی نظام کی بنیاد رکھتا ہے، جہاں ہر فرد اپنی اور دوسروں کی ذمہ داری کو سمجھتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 Muhammad bin Abu Bakr Hanafi, Mukhtār al-Ṣiḥāḥ,al-Maktabah al-'Asriyyah, Beirut (1999), vol. 1, p.
271.
2 Āl 'Imrān: 37
3 Ṣaḥīḥ Bukhārī, ḥadīth: 6005 (ana wa kāfil al-yatīm …)
4 Wahbah al-Zuhaylī, al-Mu'āmalāt al-Māliyah al-Mu'āṣirah, Dār al-Kar, Beirut (s.n.), p. 93.
5 Burhān al-Dīn 'Alī bin Abu Bakr, al-Hidāyah fī Sharḥ Bidāyat al-Mubtadī, Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, Beirut (s.n.), vol. 3, p. 273.
6 Muhammad Maḥmūd 'Aynī, al-Bināyah Sharḥ al-Hidāyah, Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut (2000), vol. 8, p. 419
7 Ibn al-Nujaym Zayn al-Dīn bin Ibrāhīm, al-Baḥr al-Rā'iq, Dār al-Kitāb al-Islāmī, Beirut (s.n.), vol. 4, p. 188
8 al-Baḥr al-Rā'iq, vol. 4, p. 188
9 Jāmi' Tirmidhī, ḥadīth: 1265
10 Sunan al-Kubrā lil-Bayhaqī, ḥadīth: 11414
11 Uṣūl al-Tashrī' al-Islāmī, p. 260
12 Uṣūl al-Tashrī' al-Islāmī, p. 260
13 Sunan Abī Dāwūd, ḥadīth: 2948
14 Ṣaḥīḥ Bukhārī, ḥadīth: 7150
15 Mufti Muhammad Arshad, Marūjah Takāful ka Fiqhī Jā'izah, Maktabah 'Umar Fārūq, Lahore (2013), p. 66
16 Ibn Ḥazm, al-Muḥallā, Dār al-Fikr, Beirut (s.n.), vol. 4, p. 281
17 Dr. Ṭāhir al-Qādrī, Islām aur Kafālat 'Āmmah, Minhāj al-Qur'ān Publications, Lahore (2008), p. 68
18 al-A'rāf: 31
19 al-Nisā': 1
20 al-Ḥashr: 18
21 Ṣaḥīḥ Muslim, ḥadīth: 1017
22 Muhammad bin Sa'd, al-Ṭabaqāt al-Kubrā, Dār al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut (1990), vol. 4, p. 245
23 al-Ṭabaqāt al-Kubrā, vol. 1, p. 409
24 al-A'rāf: 26
25 Ṭabarānī, al-Mu'jam al-Kabīr, Dār al-Ḥaramayn, Cairo (s.n.), ḥadīth: 13603
26 Ṣaḥīḥ Bukhārī, ḥadīth: 1218
27 al-Naḥl: 80
28 Sunan Tirmidhī, ḥadīth: 2341
29 Ṣaḥīḥ Bukhārī, ḥadīth: 3503
30 al-Baqarah: 31

31 Sunan Ibn Mājah, ḥadīth: 222
32 Sunan Tirmidhī, ḥadīth: 2647
33 Ṣaḥīḥ Bukhārī, ḥadīth: 1183
34 al-Baqarah: 184
35 Ṣaḥīḥ Muslim, ḥadīth: 1688
36 al-Nisā’: 135
37 al-A‘rāf: 12
38 al-Baqarah: 141